چوہدری محمد اشرف

شالامار باغ

عہدِ مغلیہ کے تمام فرماں رواؤں کو وسعتِ سلطنت کے ساتھ ساتھ فنونِ لطیفہ سے گہرا لگاؤ تھا۔ شاہجہان کے عہدِ حکومت میں یہ فن انتہائی عروج کو پہنچ گیا۔ اس کے دورِ اقتدار کی تعمیر کردہ عمارات میں مساجد، مقابر، محلات اور باغات شامل ہیں جو اپنی مغلائی شان و شوکت، حسن و آرائش اور فنِ کاریگری کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے مختلف حصوں مثلاً آگرہ، دہلی، کابل، احمد آباد، اجمیر، کشمیر، ٹھٹھہ اور لاہور میں پھیلی ہوئی یہ عمارات آج بھی اپنے پرانے اور روایتی حسن کو برقرار رکھے ہوئے مغلیہ فنِ تعمیر کی داد وصول کر رہی ہیں۔

لاہور کے شالامار باغ کی تفصیل میں جانے سے پیشتر یہ مناسب رہے گا کہ اس کے کاریگر (شاہ جہان) کے مختصر حالات بیان کر دیے جائیں۔

اس کا اصل نام خرم تھا، وہ جہانگیر کا تیسرا بیٹا تھا۔ ۵ رجنوری ۱۵۹۲ء کو لاہور میں پیدا ہوا۔ مغل روایات کے مطابق چار سال، چار ماہ اور چار دن کی عمر میں اس کی تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ شہزادہ خرم کو پہلی بار حکومت کے فرائض ۱۶۰۶ء میں سونپے گئے جب جہانگیر باغی شہزادہ خسرو کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ جہانگیر کی وفات کے بعد شہزادہ خرم ۴ فروری ۱۶۲۸ء کو ابو المظفر شہاب الدین محمد شاہ جہان کے نام سے تختِ ہند پر متمکن ہوا۔ شاہ جہان ایک نیک اور لائق حکمران تھا۔ اس کی زندگی کے آخری آٹھ سال قلعہ آگرہ میں نظر بندی کی حالت میں گزرے۔ جنوری ۱۶۶۶ء میں وفات پائی اور اپنی محبوب بیوی ممتاز محل کے پہلو (تاج محل آگرہ) میں دفن ہوا۔

باغات کی اہمیت

مغل بادشاہوں کے نزدیک باغات نہ صرف سیر و تفریح اور آسائش و آرام کے لیے تھے بلکہ وہ انھیں جنگی مقاصد کے لیے بھی استعمال کرتے تھے۔ دورانِ سفر بادشاہ اور ان کے ساتھی ان باغات میں ٹھہرتے تھے اور ان سے پڑاؤ، پیش خیمہ یا سرائے کا کام لیتے تھے۔ باغات کے چاروں طرف کی مضبوط دیواریں مہمات کے دوران مضبوط فصیلیں بن جاتیں اور قلعے کا کام دیتیں۔ امن کے دنوں میں یہ باغات انتظامِ سلطنت چلانے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ ممکن ہے شالامار باغ لاہور کی تعمیر میں بھی یہ عناصر شامل ہوں۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ مغل شہنشاہ

وہ ترپا رکاب رہے اور دورانِ سفران باغات میں قیام کرتے۔ جہاں باغات نہ ہوتے وہاں "داروغہ پیش خیمہ"
زوں اور مناسب جگہ تلاش کرکے بادشاہ کے خیموں کے لیے منتخب کرلیتا۔

برنیر نے ایک مرتبہ شہنشاہ اورنگ زیب کے ساتھ کشمیر کا سفر کیا تھا۔ وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے:

"جب ایک 'پیش خیمہ' نئی قیام گاہ تک پہنچ جاتا تو "داروغہ پیش خیمہ"، بادشاہ کے لیے موزوں جگہ کا انتخاب
تا۔ پھر ایک مربع زمین پر نشان لگا دیتا، جس کا ہر ایک ضلع تین سو قدم سے بڑا ہوتا۔ پھر جگہ کو ہموار کرنے
لیے بیلدار لگا دیے جاتے جو مناسب جگہوں پر مٹی کے چبوترے بناتے جاتے تاکہ ان پر خیمے نصب کیے جا
ں۔ مربع کے چاروں طرف مضبوط کپڑے کی بنی ہوئی قناتیں اور پردے لگا دیے جاتے۔ ان قناتوں پر اندر کی
ب بیل بوٹے اور پھول بنے ہوئے ہوتے تھے"[۱]

لاہور کا شالامار باغ بھی ممکن ہے شاہی قیام کو خیموں اور قناتوں سے آزاد کرانے کے لیے بنایا گیا ہو۔ اسی
مد کا مشہور مؤرخ ملا عبدالحمید لاہوری اس باغ کی بہت تعریف کرتا ہے[۲] اسی عہد کا ایک اور مؤرخ محمد صالح
و بھی تقریباً اسی قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے، جو عبدالحمید لاہوری کرتا ہے[۳]

الامار باغ کی وجہ تسمیہ

لفظ شالامار کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف رائے ہے۔ ابھی تک معین طور پر یہ بھی نہیں کہا
سکتا کہ اس کا نام کب اور کیسے پڑا۔ بادشاہ نامہ اور عملِ صالح دونوں اس بارے میں خاموش ہیں۔ بعد
ہ مورخین نے قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہوئے اس کا نام شعلہ ماہ بیان کیا ہے۔ نادر شاہی مؤرخوں نے
ی اس کا نام یہی لکھا ہے۔ سجان رائے لکھتا ہے کہ شالامار باغ کشمیر کے شالامار باغ کی تقلید میں تعمیر ہوا۔
ی لیے اس کے نام پر ہی اس کا نام رکھا گیا ہے[۴]

نور احمد چشتی نے اس کے نام کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ایک دلچسپ تفصیل بیان کی ہے:

"وجہ تسمیہ اس باغ کی از روئے تحقیق کاملہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعضوں کے نزدیک اس کا نام شہلا باغ

---

[۱] BERNIER, FRANCOIS, TRAVELS IN THE MUGUL EMPIRE, A.D 1656-68, p 82.

[۲] عبدالحمید لاہوری: بادشاہ نامہ جلد دوم، ص ۳۱۵ [۳] محمد صالح کنبو: عملِ صالح، جلد دوم، ص ۳۲۶

[۴] سجان رائے: خلاصۃ التواریخ، ص ۶۶

یعنی خوبصورت باغ اور بعضوں کے نزدیک شالامار۔[۳] شالا زبان پنجابی میں خدا کو کہتے ہیں اور بعضوں کے نزدیک شعلہ ماہ یعنی چاند کا شعلہ۔۔۔ بعضوں کے نزدیک مقام کشمیر میں کسی بادشاہ سلف نے ایک باغ وضع دار بنانے کا ارادہ کیا، جب واسطے تقرر مقام کے کشمیر سے باہر مع ارکین سلطنت گیا تو ایک جگہ پسند کی۔ قدرت الٰہی وہاں ایک گیدڑ کو کسی شکاری کتے نے پکڑا ہوا تھا، اس باعث اس کا نام شالامار مشہور ہوا۔ کیونکہ زبان کشمیری میں گیدڑ کو شالا کہتے ہیں اور مار ایک قسم شکاری کتے کی ہے۔[۴]

شالامار باغ کشمیر کی وجہ تسمیہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگنی پور میں ایک پھول کا نام شالی مالی ہے جو دیوتاؤں کو چڑھایا جاتا ہے۔ چونکہ یہ پھول اس علاقے میں کثرت سے پایا جاتا ہے اس لیے اس کا نام شالی مالی ہی مشہور ہو گیا۔[۵]

وہیلر لکھتا ہے: "یہ عظیم الشان باغ کم از کم اٹھارویں صدی سے سنسکرت میں شالیمار (خانہ مسرت) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"[۶]

صوفی لکھتا ہے: "ایک روایت کے مطابق سرینگر کا بانی پراوریسینا دوم کشمیر پر ۷۹ء سے ۱۳۹ء تک حکومت کرتا رہا۔ اس نے جھیل کے کنارے ایک بنگلہ بنایا تھا جس کا نام اس نے 'شالامار' رکھا۔ زمانہ کے نشیب و فراز کے باعث باغ نیست و نابود ہو گیا لیکن اس موقع پر جو گاؤں بسا وہ 'شالامار' کہلانے لگا۔"[۷]

ان تمام آرا کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ لاہور کا شالامار باغ کشمیر کے شالامار باغ کی تقلید ہے۔ یہ تعین کرنا دشوار ہے کہ باغ کا یہ نام کب اور کیوں پڑا۔

تعمیر

شالامار باغ کی بنیاد شاہ جہان کی ہدایت پر علی مردان نے رکھی۔ اس کی تاریخ تعمیر کے بارے میں مختلف مؤرخین کی مختلف آرا ہیں۔ ایس ایم لطیف کا بیان ہے کہ "شالامار باغ کی تعمیر شاہ جہان کے عہد حکومت کے چھٹے سال یعنی ۱۶۳۴ء میں ہوئی۔" وہیلر نے اس کی تاریخ تکمیل درج ذیل قطعہ تاریخ سے برآمد کی ہے۔ یہ قطعہ ایک درباری شاعر نے شاہ جہان کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس شاعر کا نام ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔

---

[۴] نور احمد چشتی، تحقیقات چشتی، ص ۸۰۰ [۵] نقوش: لاہور نمبر، ص ۳۲۵

[۶] WHEELER, R.E.M, FIVE THOUSAND YEARS OF PAKISTAN, P87

[۷] SUFI, G.M.D. KASHIR, II, P219.

چون شاہ جہان بادشاہ حامیٔ دین آراستہ شالا مار باطرز متین
تاریخ بنائی این ز رضوان جستم گفتا کہ بگو نمونۂ خلد برین

تھارنٹن کا کہنا ہے کہ شالا مار کے باغات ۱۶۶۷ء میں تعمیر کیے گئے تھے۔

عبدالحمید لاہوری اور محمد صالح کنبو دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ یہ باغ ۱۰۵۲ھ (۱۶۴۲ء) میں پایۂ تکمیل کو پہنچا اور ایک سال، پانچ ماہ، چار دن میں مکمل ہؤا۔ شاہ جہان باغ، اس کی عالی شان عمارات، اس کے فوارے، اس کی آبشار، اس کے ساون بھادوں، تالاب اور روشوں کی تیاری کے بعد سب سے پہلے بادشاہ شاہ جہان ۷ شعبان ۱۰۵۲ھ (۳۱ اکتوبر ۱۶۴۲ء) کو دیکھنے آیا تھا۔[۵۹]

شاہ نہر کی تعمیر

باغ کو سیراب کرنے کے لیے ایک نہر جسے شاہ نہر بھی کہا جاتا ہے، مادھو پور کے مقام سے لائی گئی۔ اس پر دو لاکھ روپیہ خرچ آیا تھا۔ یہ نہر شاہ جہان کے عہد کے مشہور مہندس علی مردان خان اور ملا علاء الملک کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ تھی۔ یہ نہر شاہ جہان کے عہدِ حکومت کے سولھویں سال یعنی ۱۰۵۵ھ (۱۶۴۵ء) میں مکمل ہوئی تھی۔ اگرچہ اس کی کھدائی تین سال قبل (۱۰۵۲ھ میں) شروع ہو گئی تھی۔ باغ کے بالائی طبقوں کے فواروں کے لیے پانی ایک کنویں (پانی کھینچنے کے انجن کے ذریعے) سے حاصل کیا جاتا تھا۔ درمیانی اور زیریں طبقے کے فواروں کے لیے پانی شاہ نہر سے حاصل کیا جاتا تھا۔ ۱۹۰۵ میں لارڈ کرزن لاہور آیا۔ اس وقت تک چاہ بارہ ہرٹا میں پانی نکالنے کا انجن لگا ہوا تھا۔ یہ کنواں باغ کی مغربی دیوار کے باہر بنا ہوا تھا۔

باغ کی تفصیل

چشتی، فوق اور دیگر مؤرخوں کا یہ دعویٰ ہے کہ باغ کے سات طبقے تھے۔ ہر طبقے کا الگ الگ نام تھا۔ ان کے نام یہ ہیں، مہتابی باغ، گلابی باغ، انگوری باغ، عنایت باغ، باغ حیات بخش، باغ فیض بخش، اور باغ فرح بخش، جو بہشت کے سات درجوں کے نمونوں پر تیار کیے گئے تھے۔ پہلے چار طبقے زمانے کے حوادث کا شکار ہو کر ناپید ہو گئے اور ان کے نشان تک باقی نہیں رہے۔ باقی تین طبقے آج بھی موجود ہیں۔ اب یہی تین طبقے جن میں باغ فیض بخش، باغ حیات بخش اور باغ فرح بخش شامل ہیں، شہلا باغ یا شالا مار کہلاتے ہیں۔[۶۰]

---

[۵۹] عبدالحمید لاہوری: بادشاہ نامہ، جلد دوم، ص ۳۱۱ اور محمد صالح کنبو: عمل صالح، جلد دوم، ص ۲۰۳

[۶۰] محمد دین فوق، شالامار باغ، ص ۱۸ اور نور احمد چشتی: تحقیقاتِ چشتی، ص ۷۰۸

لیکن ملا عبدالحمید لاہوری اور محمد صالح کنبوہ نے کہیں بھی سات تختوں کا ذکر نہیں کیا۔ اگر اس باغ کے سات طبقے ہوتے تو وہ ضرور اپنی تصنیفات میں ان کا ذکر کرتے۔ یہ بھی قرین قیاس نہیں کہ باغ کے چار تختے اس طرح مٹ گئے ہوں کہ ان کے آثار تک باقی نہ رہے ہوں۔

ڈاکٹر محمد باقر لکھتے ہیں: "درحقیقت باغ کے دو بڑے دروازے تھے، جو زیریں تختہ پر مشرقی اور غربی دیواروں میں بنائے گئے تھے۔ غربی دیوار کا دروازہ اس قدیم شاہراہ کی طرف کھلتا ہے جو قلعہ لاہور کو باغ سے ملاتی ہے۔ شاہی داخلے کے لیے یہی راستہ مخصوص تھا۔ مغلوں کے ہاں یہ بھی رواج تھا کہ وہ زیریں طبقے سے داخل ہوا کرتے تھے تاکہ شاہی سواری جوں جوں بالائی طبقے کی جانب بڑھے، شاہی ہمراہی اپنے درجات کے مطابق زیریں طبقوں میں رک جائیں۔ باغ میں زیریں طبقے سے داخل ہونے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ باغ کی ترتیب و تزئین کو دیکھ کر بادشاہِ وقت فرحت محسوس کریں۔ باغ کا موجودہ دروازہ جو جرنیلی سڑک پر بنا ہوا ہے یہ لاہور کے ایک ڈپٹی کمشنر میک گریگر کا بنایا ہوا ہے۔"[۱۱]

اس وقت جن طبقوں کا نام شالامار ہے، ان کی مجموعی لمبائی اڑھائی صد گز اور چوڑائی دو سو تیس گز ہے۔ باغ کے ہر سہ جانب بارہ دریاں ہیں اور بیچ میں ایک چبوترہ ہے۔ جس پر سے لوگ ایک پل پر سے ہو کر گزرتے ہیں۔ شالامار باغ کے بالائی طبقے کی نہر بیس فٹ چوڑی ہے اور ہر طبقے کی نہر میں چھوٹے چھوٹے فوارے جاری ہیں۔ اس باغ میں جو بڑی آبشار ہے وہ قلعہ دہلی کی آبشار کے نمونہ پر بنائی گئی ہے۔[۱۲]

اس باغ میں ایک حقیر سی عمارت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد کی بھی ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی بارہ دری ہے۔ اس پر بہ زبان انگریزی ایک کتبہ لگا ہوا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے: "رنجیت سنگھ کی بنائی ہوئی اس بارہ دری میں مشہور سیاح ولیم کرافٹ ترکستان جاتا ہوا مئی ۱۸۲۰ء میں اس وقت مقیم ہوا، جب وہ مہاراجہ کا مہمان تھا۔"[۱۳]

یہ انگریز سیاح اپنے سفرنامہ میں اس باغ کے منظر ساون بھادوں کے متعلق لکھتا ہے: اس مکان کے فرش میں ہزارہا سوراخ ہیں، جن سے پانی جاری رہتا ہے۔ دیواروں میں شمع رکھنے کے لیے طاق بنوائے گئے ہیں، اور چھت کے اوپر پانی کی چادر گرتی تھی۔ بڑی نہر کے آخر پر بارہ دری کلاں ہے، جس کے نیچے سے ہو کر پانی آبشار کی صورت

---

۱۱ ڈاکٹر محمد باقر، شالامار، ص ۱۸

۱۲ ڈاکٹر محمد باقر: شالامار، ص ۱۴۰

۱۳ نقوش: لاہور نمبر، ص ۲۳۶

میں تالاب کلاں میں جاتا ہے، جس میں ۱۴۴ فوارے پدم کے پھول کی طرح تھے - آبشار کے پاس دو فٹ اونچا سنگ مرمر کا جو تخت ہے، اس پر بیٹھ کر بادشاہ باغ اور فواروں کے لطف انگیز نظاروں سے محظوظ ہوا کرتا تھا۔[۱۴]

لاہور کے شالامار باغ کی تعمیر پر چھ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔[۱۵]

شالامار کو سب سے زیادہ نقصان سکھ حکمرانوں نے پہنچایا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بارہ دری کلاں سے سنگ مر مر کی سلیں اور قیمتی پتھر اتروا کر امرتسر بھجوا دیے۔ رائے بہادر کنہیا لال لکھتے ہیں:

"رنجیت سنگھ نے بارہ دری کلاں سے جو بالائے آبشار ہے، سنگ مرمر کی سلیں اور پتھر جالیوں سمیت اتروا کر امرتسر بھجوا دیں۔ باغ کے اندر عمارتوں میں جہاں جہاں سنگ مرمر تھا، کچھ تو رنجیت سنگھ سے پہلے حاکمانِ لاہور نے اور باقی ماندہ رنجیت سنگھ نے ختم کر دیا۔"[۱۶]

اس قدر نقصان پہنچانے کے باوجود مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک تاریخی کارنامہ بھی انجام دیا۔ اس نے شاہ نہر کی جو نصف صدی سے بند پڑی تھی، ۱۲۲۱ھ (۱۸۰۶ء) میں از سرِ نو کھدوائی کرنے کا حکم دیا اور نہر کھودنے والوں کو انعام و اکرام سے بھی نوازا۔[۱۷] اس نہر کے دوبارہ جاری ہونے سے باغ کی رونق دوبالا ہو گئی۔

مرمت اور دیکھ بھال

محکمہ آثارِ قدیمہ کی ۱۸-۱۹۱۷ء کی رپورٹ کے مطابق "شالامار کی دیواروں کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوبارہ مرمت کی گئی۔ پہلے تخت کے ایوان، وسطی تختے کے حمام، زیریں تختے کے دالان اور بالائی تختے میں سکھوں کی بنائی ہوئی بارہ دری کی مرمت کی گئی۔ ان تمام مرمتوں پر ۴۵۴۲ روپیہ لاگت آئی۔"[۱۸]

مارچ ۱۹۲۱ء میں جب پرنس آف ویلز شالامار دیکھنے آیا تو باغ کی آرائش پر کافی توجہ دی گئی اور مرمت کی گئی، جس کا ذکر محکمہ کی رپورٹ ۲۲-۱۹۲۱ میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح ۲۵-۱۹۲۴ء میں بالائی تختے کے کنارے سے لوہے کا کٹہرا ہٹا کر سنگِ مرمر کا کٹہرا لگایا گیا اور مشرقی دیوار از سرِ نو تعمیر کی گئی۔

"پنجاب میں مسلمانوں اور انگریزوں کے آثارِ قدیمہ کے تحفظ پر کل ۱۰۵۰۵۱ روپے لاگت آئی۔

۱۴۔ نقوش: لاہور نمبر، ص ۳۲۶
۱۵۔ محمد صالح کنبوہ، عمل صالح، جلد دوم، ص ۳۲۶
۱۶۔ کنہیا لال، تاریخ لاہور، ص ۳۵۵
۱۷۔ نقوش: لاہور نمبر، ص ۳۳۷
۱۸۔ Archaeological survey of India annual report, 1917-19, p. 4.

اس میں سے ۵۰۲۸۱۰۲ روپے محکمہ نے خرچ کیے اور ۵۴۰۰۰۷ روپے محکمہ تعمیراتِ عامہ نے۔ محکمہ تعمیراتِ عامہ نے شالامار باغ میں لوہے کے کٹہرے کی بجائے سنگِ مرمر کا کٹہرا مکمل کرنے کے علاوہ اور کوئی اہم کام نہیں کیا۔

محکمہ آثارِ قدیمہ نے قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک اس کی زیبائش و آرائش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ حکومت ہر سال اس کی دیکھ بھال پر کثیر رقم خرچ کرتی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد سے اس وقت تک بے شمار بادشاہوں، دنیا کے مشہور لوگوں اور غیر ملکی سیاحوں نے اس باغ کی سیر کا لطف اٹھایا ہے۔ اہلِ شہر کی طرف سے محمد رضا شاہ پہلوی شہنشاہِ ایران کو ۹ مارچ ۱۹۵۰ء، امیر فیصل ثانی شاہ عراق کو ۱۹ مارچ ۱۹۵۴ء، پرنس عبداللہ کو ۲۱ اپریل ۱۹۵۴ء، شاہ سعود بن عبدالعزیز والئ حجاز کو ۲۲ فروری ۱۹۵۵ء، صدر ترکیہ جلال بایار کو ۱۰ مارچ ۱۹۵۵ء، وزیرِ اعظم چین چو این لائی کو ۱۰ فروری ۱۹۵۹ء، ڈیوک آف ایڈنبرا کو ۱۰ فروری ۱۹۵۹ء کو استقبالیہ دیا گیا۔ ان کے علاوہ پنڈت جواہر لال نہرو، صدر امریکہ، ملکہ الزبتھ بھی اس باغ کی سیر سے لطف اندوز ہوئے۔

اسلامی سربراہی کانفرنس (منعقدہ لاہور ۲۲-۲۴ فروری ۱۹۷۴ء) میں شریک سربراہِ مملکت جن میں سعودی عرب کے شاہ فیصل، لیبیا کے صدر کرنل قذافی، مصر کے صدر انور سادات، الجزائر کے صدر بومدین، بنگلہ دیش کے صدر مجیب الرحمٰن وغیرہ نے شرکت کی۔ اس موقع پر اہلِ شہر کی طرف سے زبردست استقبالیہ دیا گیا۔ اس کانفرنس میں اسلامی ممالک کے ۲۳ سربراہانِ مملکت نے شرکت کی۔

فقہائے ہند جلد چہارم۔ حصہ دوم

محمد اسحاق بھٹی

یہ کتاب گیارھویں صدی ہجری کے ۱۶۷ فقہائے کرام کے حالات اور ان کی علمی و فقہی کاوشوں کو محیط ہے ۔۔۔ مقدمہ کتاب میں مغل حکمران نورالدین محمد جہانگیر اور شہاب الدین محمد شاہ جہان کے حالات اور ان کی علمی و دینی زندگی کے پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے۔

صفحات ۴۳۲ قیمت -/۲۵ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور